لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة
محمد صلى الله عليه وسلم
پیارے نبی ﷺ
کی
پیاری زندگی
عرفان جمیل
دارالسلام
DARUSSALAM

پیش لفظ

ماحول پہ چار سو تاریکی چھائی ہو، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا ہو......تو آدمی منزل سے بھٹک جاتا ہے۔ وہ بھی ایک ایسا ہی دور تھا، چاروں طرف گمراہی کا راج تھا، ظلمت کی چادر نے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے کر بھیانک بنا رکھا تھا، جہالت پر فخر کیا جا رہا تھا، اندھیرے کسی سحر، کسی اجالے اور روشنی کی کرن کے منتظر تھے...... بالآخر خاکِ بطحا سے ایک چاند طلوع ہوا، جس کی ٹھنڈی، میٹھی اور خوبصورت کرنوں نے ظلمت کے پردوں کو چاک کر دیا، گمراہی کے ماتھے پر ناکامی کی تحریر لکھ دی اور جہالت کو علم کی کرنوں سے منور کر کے ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔

نبیٔ مہربان ﷺ کی آمد دنیا کے بت کدوں پر ایک ضرب کاری تھی۔ حق کی مخالفت میں ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا لیکن رسول اللہ ﷺ نے حکمت، دانائی اور صبر وسکون کے ساتھ حالات کا سامنا کیا، مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، کفار کے مظالم برداشت کرتے ہوئے آپ کی پیشانی شکنوں سے خالی رہی۔ آپ ﷺ جس دعوت کا اعلان کر رہے تھے، وہ دعوت بہت عظیم تھی، ساری انسانیت کی بھلائی کے لیے تھی، اسی بنا پر آپ ﷺ نے اپنے شب و روز اس دعوت کو پھیلانے میں لگا دیئے۔

مشرکین مکہ نے اس دعوت کو پھیلنے سے روکنے کے لئے کون ساحربہ تھا جو نہیں آزمایا۔ ترغیب وتحریص کی انتہا کر دی گئی لیکن ایک لمحے کے لیے بھی آپ ﷺ

کی راہ کھوٹی نہ کر سکے۔ بائیکاٹ یعنی قطع تعلقات کا حربہ بھی آزمایا گیا، لیکن آپ ﷺ کے پائے استقلال میں ذرا سی بھی لغزش پیدا نہ کر سکے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کئے ہوئے عظیم فریضے کو ہر حال میں اور ہر صورت میں انجام دیا۔

بچوں کے لئے سیرت النبی ﷺ پر کہانی کی یہ کتاب بہت خوبصورت اور دلکش پیرائے میں ہے۔ پیارے نبی ﷺ کی حیات مبارکہ سے ایک بات بڑی واضح ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ کسی دوسرے پر آپ کی بات تب ہی اثر انداز ہو گی جب آپ خود بھی اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ آپ کا کردار روشن ہے تو اس کی روشنی دوسروں کو خود اپنی طرف کھینچ لے گی۔ دوسرا سبق ہمیں اس سے یہ ملتا ہے کہ اصلاح اور دعوت کا اولین مقام ہمارے اپنے گھر، ہمارے اعزہ و اقارب ہیں۔ دوسرے لوگوں کو نیکی کی دعوت دینے سے پہلے، اپنے گھر کے افراد کی اصلاح و تربیت ضروری ہے، پھر ہی دوسروں کی باری آئے گی۔ اپنے گھر میں اندھیرے ہوں، اور آپ دوسروں میں روشنی بانٹنے نکل پڑیں تو کون اسے دانش مندی کہے گا، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہمیں ہر طرح کی رہنمائی ملتی ہے، شرط یہی ہے کہ خلوصِ دل سے اس کا مطالعہ کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی کے شب و روز گزاریں۔

والسلام

عبدالمالک مجاہد

(کار چل رہی ہے چند سیکنڈ کے بعد رُک جاتی ہے)

توقیر : لو بھئی بچو! یہ رہا آپ کا پسندیدہ تفریحی پارک۔

بلال : ابو، یہاں تو آج بڑی رونق ہے۔

توقیر : ہاں واقعی! آج تو کچھ زیادہ ہی خوبصورت لگ رہا ہے۔ بلال ، عالیہ اور فرحانہ آپ تینوں دادا جان اور انکل سلیم کو لے کر گیٹ پر چلیں، میں ذرا گاڑی پارک کرلوں۔

بلال : دادا ابو، آیئے ہمارے ساتھ۔

دادا : بھئی بلال میاں، آج آپ ہمارے گائیڈ ہوں گے۔

عالیہ : انکل سلیم ، آپ بھی اتریئے نا!

سلیم : دیکھو بھئی! ہماری بھی ایک شرط ہے۔ ابا جان کو تو ان کا پوتا پارک کی سیر کرائے گا اور عالیہ اور فرحانہ میری گائیڈ ہوں گی۔

فرحانہ : اور ابو............؟

دادا : آپ کے ابو گاڑی کی رکھوالی کریں گے۔ (اور سب مسکرا دیئے)

بلال : دادا جان، اس گیٹ سے ٹکٹ ملتے ہیں۔

عالیہ : بلال بھائی، آپ ابا جان کے ساتھ ٹکٹ لے آئیں نا!

فرحانہ : ہم دادا جان اور انکل کو وہاں لے آتے ہیں، آپ جائیں۔

دادا : بھئی، آپ کے ابو بھی تو آ جائیں نا!

سلیم : بھائی جان راستہ نہیں بھولیں گے............ گیٹ تک تو چلیں نا سب!

دادا : واہ! واہ............! سبحان اللہ! کس قدر خوبصورت پارک ہے!

بلال : ہر طرف پھول ہی پھول............سبزہ ہی سبزہ............ہریالی ہی ہریالی!

سلیم : پھول بھی رنگ برنگ............اور ہریالی تو سبحان اللہ آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہی ہے!

عالیہ : انکل، تتلیاں!

فرحانہ : تتلیوں کے پر کتنے خوبصورت ہیں!

دادا : اصل میں یہ سب اس موسم کا کمال ہے۔

بلال : دادا جان، مالی کا کوئی کمال نہیں؟

سلیم : (ہنستے ہوئے) اصل میں کمال تو ہے قدرت کا، یہ سب اللہ کی قدرت ہے، جِس نے موسم بنائے۔

دادا : بے شک ...... اسی نے یہ موسم بنایا ہے جس کی وجہ سے آپ کو ہر طرف خوبصورتی، حسن اور رونق نظر آ رہی ہے۔

توقیر : (نزدیک آتے ہوئے) لیجئے! میں سب کے لیے ٹکٹ لے آیا............ اب اندر چل کر پارک کا نظارہ کیجئے۔

دادا : مجھے تو یہ موسم ویسے بھی بہت عزیز ہے دل و جان سے۔

فرحانہ : مجھے بھی...... اس میں گلاب کے پھول کھلتے ہیں......ان سے گل قند بنتی ہے جو مجھے بہت پسند ہے۔ (سب مسکرانے لگے)

عالیہ : دادا جان، آپ کو یہ موسم اتنا پیارا کیوں ہے؟

دادا : بھئی، مجھے تو اس دن سے یہ موسم محبوب ہے جب سے میں نے پڑھا کہ ہمارے پیارے، بہت ہی پیارے نبی محمد ﷺ اس موسم میں پیدا ہوئے تھے۔

بلال : یعنی موسم بہار میں؟

عالیہ : دادا جان، کاش! ہم بھی اس زمانے میں ہوتے تو اپنے پیارے نبی ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔

دادا : ہاں بچو! جن خوش قسمت لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور ایمان لائے اور ایمان کی حالت میں فوت ہوئے وہ صحابی کہلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام صحابہ کے بارے میں فرمایا کہ میں ان سے راضی اور وہ مجھ سے راضی۔

سلیم : اگر آج ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کی خوبصورت زندگی کے مطابق

رہنا سہنا شروع
کر دیں تو آخرت میں
اللہ تعالیٰ ہماری ملاقات بھی کرا
دیں گے پیارے رسول ﷺ سے۔

بلال : انکل، میں نے پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی کے بارے میں ایک کتاب پڑھی تھی لیکن وہ ذرا مشکل سی تھی، آپ جب تک ہیں مجھے روزانہ سمجھا دیا کریں نا اس میں سے!

سلیم : ہاں بیٹے، وہ ذرا بڑوں کی سمجھ میں آنے والی کتاب ہے۔

توقیر : میرا خیال ہے راستے پر چلنے کی بجائے اس طرف چلتے ہیں نرم نرم گھاس پر، وہاں بیٹھیں گے۔

دادا : بھئی، بیٹھوں گا صرف میں، آپ سب گھوم پھر آئیں۔

بلال : نہیں دادا جان، ہم نے یہ پارک تو کئی مرتبہ دیکھا ہے۔

عالیہ : آج اگر انکل ہمیں پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی کے بارے میں کچھ بتائیں تو لطف آ جائے۔

فرحانہ : لیکن شروع سے آخر تک.......... جیسے کہانی سناتے ہیں۔

توقیر : لو بھئی سلیم.......... اپنے اندر کے لکچرار کو جگا لو..........!

سلیم : اس سے بڑی خوش بختی کیا ہوگی کہ بچے اپنے پیارے نبی ﷺ کے بارے

میں اس قدر شوق سے جاننا چاہتے ہیں۔

دادا : تو پھر یہاں بیٹھ جاؤ...... گول دائرہ بنا کر...... اس جگہ شور بھی نہیں آ رہا۔

توقیر : جب بھوک پیاس لگے بتا دینا، بیٹھ جاؤ، شاباش!

سلیم : ہاں تو بچو! موسم بہار سے بات چلی تھی...... اور آپ نے یہ تو سن ہی لیا کہ ہمارے نبی ﷺ جب دنیا میں تشریف لائے تو ان دنوں بہار کا موسم تھا...... بلکہ اتفاق سے آج ہی کی تاریخ تھی۔

عالیہ : یعنی 22 اپریل؟

دادا : اور سن تھا 571 عیسوی .... پیر کا دن اور صبح سورج نکلنے سے پہلے کا وقت تھا۔

بلال : 22 اپریل 571 عیسوی ...... پیر کی صبح...... 12 ربیع الاول تھی نا اس دن؟

سلیم : 12 ربیع الاول بھی مشہور ہے اور کتابوں میں 9 ربیع الاول بھی لکھا ہے اور درست بھی یہی ہے۔ یہ وہ سال تھا جب یمن کے عیسائی بادشاہ ابرہہ نے خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ اس سال کو عام الفیل کہتے ہیں یعنی ہاتھیوں والے واقعہ کا سال۔

عالیہ : ہمارے نبی ﷺ کی پیدائش پر خوشیاں تو بہت منائی گئی ہوں گی؟

سلیم : کوئی ایسی ویسی.................! آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کو گود میں اُٹھا کر سیدھے خانہ کعبہ گئے، آپ کے لیے دعا کی۔ اپنے پوتے کا نام

انھوں نے محمد
رکھا، اور پوتے کی پیدائش
کی خوشی میں ساتویں دن پورے
قبیلے کی دعوت کی۔

توقیر : اور بچو! یہ بھی بتا دیں آپ کو............
کہ پیارے نبی ﷺ کی والدہ نے آپ کا نام احمد رکھا تھا۔

فرحانہ: ابو، مجھے نبیٔ کریم ﷺ کی والدہ کا نام آتا ہے...... ان کا نام آمنہ تھا نا!

دادا : شاباش! مسلمان بچوں کو یہ باتیں ضرور معلوم ہونی چاہئیں۔

بلال : اسی لیے تو آج ہم پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی کے بارے میں جاننے کے لیے بیٹھے ہیں۔

دادا : ماشاء اللہ......! ماشاء اللہ!

سلیم : نبی اکرم ﷺ کے والد کا نام معلوم ہے آپ کو؟

بلال : ان کا نام عبداللہ تھا۔

دادا : شاباش......! اور نبیٔ اکرم ﷺ کے دادا کا نام تھا عبدالمطلب بن ہاشم۔
اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے نانا کا نام بھی سن لیں: ان کا نام تھا وہب بن عبد مناف۔

سلیم : آپ ﷺ قریش کے قبیلے بنو ہاشم میں پیدا ہوئے اور کئی پشتوں کے بعد آپ ﷺ کا سلسلۂ نسب سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اس طرح نبیٔ کریم ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

دادا : نبیٔ کریم ﷺ کا خاندان نیکی، شرافت، عزت، مہمان نوازی، سخاوت اور اثر رسوخ کی وجہ سے بہت مشہور تھا اور پورے عرب میں ان کی عزت تھی۔ ددھیال اور ننھیال دونوں کے اعتبار سے آپ عرب کے بہترین قبیلے اور بہترین قوم میں سے تھے۔

سلیم : پیارے نبی ﷺ کے والد عبداللہ آپ کی پیدائش سے کچھ مہینے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ نبیٔ کریم ﷺ کی پیدائش کے بعد تین چار دن تک آپ ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا، پھر آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی کنیز ثویبہ نے اور پھر حلیمہ سعدیہ نے۔ حلیمہ سعدیہ دیہات میں رہتی تھیں۔ وہ آپ کی پیدائش کے آٹھویں دن مکے آئیں اور آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔

دادا : جب حلیمہ سعدیہ نبیٔ کریم ﷺ کو لے کر واپس ہوئیں تو ان کی دبلی پتلی مریل اور سست رفتار اونٹنی ایک دم بجلی کی سی تیزی سے چلتی ہوئی سب لوگوں کی سواریوں سے آگے نکل گئی۔
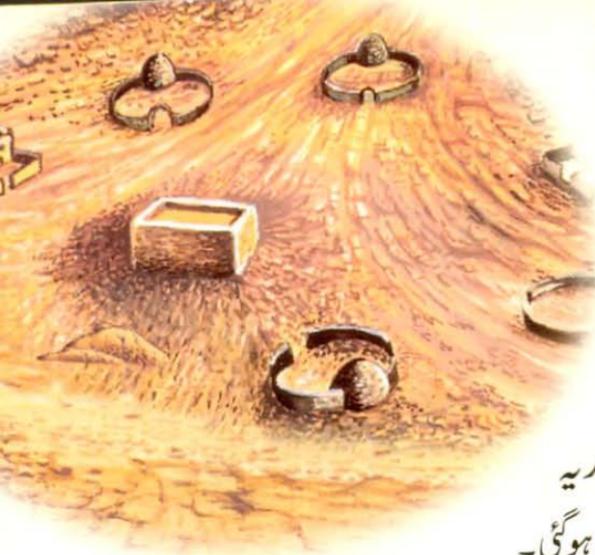
عالیہ : باقی لوگ تو
حیران ہو گئے ہوں گے؟

دادا : یہ دراصل معجزہ تھا۔

سلیم : بھئی، اس کے بعد تو حلیمہ سعدیہ
کے گھر میں برکت ہی برکت ہو گئی۔

بلال : نبیؐ کریم ﷺ کی امی کو تو آپ ﷺ کی یاد آتی ہو گی نا!

سلیم : بھئی، ظاہر ہے ان کے تو آپ ہی ایک بیٹے تھے۔ اس لیے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہر چھ مہینے بعد آپ ﷺ کو مکہ لاتیں۔ والدہ اور خاندان والوں سے ملاتیں اور پھر واپس لے جاتیں۔ اس طرح دو سال تک آپ وہاں رہے، پھر حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو آپ کی امی جان کے پاس لائیں لیکن والدہ نے اس خیال سے کہ قبیلہ بنی سعد کی آب و ہوا آپ کو خوب موافق ہے، مزید دو سال کے لیے حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے خاندان اور والدہ کی محبت کے سائے میں دو سال گزارے، پھر آپ ﷺ نے اپنی امی جان اور ایک کنیز اُم ایمن کے ساتھ مدینے کا سفر کیا۔ مدینے میں آپ ﷺ ایک ماہ تک رہے۔ اس کے بعد مکہ واپس ہوئے تو راستے میں آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بیمار ہو گئیں اور ''ابواء'' کے مقام پر پہنچ کر انتقال کر گئیں۔ انہیں اسی مقام پر دفن کر دیا گیا۔

بلال : (افسوس سے) آپ ﷺ کے والد تو پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، والدہ بھی فوت ہو گئیں...... آپ یتیم ہو گئے؟

دادا : ہاں! لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی پرورش کا بہترین انتظام فرمایا اور آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے دل میں اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ پوتے کی محبت ڈال دی۔ وہ اپنی اولاد سے بڑھ کر آپ ﷺ کو چاہتے، آپ ﷺ کی بڑی قدر کرتے، خوب عزت کرتے...... ان کا خاص ''فرش'' جس پر کسی کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی اس پر آپ ﷺ کو بٹھاتے۔ آپ ﷺ کی باتیں، آپ ﷺ کا چلنا پھرنا دیکھ کر خوش ہوتے اور یقین رکھتے کہ آئندہ آپ ﷺ کی نرالی شان ہونے والی ہے۔

توقیر : عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا نام بھی اسی لیے سوچ سمجھ کر محمد رکھا تھا کہ انھیں یقین تھا کہ ان کا پوتا پوری کائنات میں تعریف کے قابل ہوگا۔

دادا : مگر بچو! بے حد پیار کرنے والا دادا بھی اس وقت فوت ہو گیا جب آپ ﷺ کی عمر صرف آٹھ سال، دو مہینے اور دس دن کی ہوئی۔

فرحانہ : جتنی عمر میری ہے؟

سلیم : بالکل، اتنے ہی تھے آپ ﷺ ......! مگر آپ ﷺ کے ایک خیر خواہ چچا ابوطالب آپ ﷺ کے سرپرست بن گئے۔ وہ ویسے تو کافی غریب آدمی تھے مگر نبیِ کریم ﷺ کے اس گھر میں آتے ہی خیر و برکت آ گئی......

ابو طالب
نبیٔ کریم ﷺ سے بے حد
محبت اور شفقت کرتے تھے اور
اپنی زندگی میں کبھی آپ ﷺ کا ساتھ
نہیں چھوڑا۔

دادا : اور جب نبیٔ اکرم ﷺ کی عمر بارہ سال ہوئی..................

بلال : دادا ابو، جتنی عمر میری ہے؟

دادا : ہاں...........اس وقت نبیٔ کریم ﷺ بھی بچے ہی تھے تو ایک بالکل انوکھا
واقعہ پیش آیا۔

فرحانہ : انوکھا؟

دادا : بلکہ حیران کن ......
سلیم میاں، تم سناؤ انھیں!

سلیم : بچو! ابھی آپ نے سنا، کہ
نبیٔ اکرم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی سرپرستی میں آ گئے تھے۔ اس وقت
جب آپ ﷺ کی عمر بارہ سال تھی ابو طالب تجارت کے لیے ملک شام
جانے لگے۔ آپ ﷺ کو اداس دیکھ کر وہ اپنے پیارے بھتیجے کو بھی اپنے
ساتھ لے گئے۔

جب ان کا قافلہ بُصریٰ پہنچا تو ایک گرجے سے ایک عیسائی راہب جس کا نام بحیرا تھا، ان کے پاس آیا اور قافلے کے درمیان سے گزر کر نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: ''یہ دنیا کے سردار ہیں، پروردگارِ عالم کے رسول ہیں، اللہ انھیں رحمتِ عالم بنا کر بھیجے گا۔''

دادا : سبحان اللہ!

سلیم : چچا نے پوچھا ''آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟''

اس نے کہا: ''آخری نبی کے متعلق جو نشانیاں ہماری کتابوں میں موجود ہیں وہ سب اس بچے میں پائی جاتی ہیں۔''

بلال : چچا جان، راہب کیا ہوتا ہے؟

سلیم : عیسائی مذہب میں سب سے بڑا عالم، عبادت گزار اور متقی آدمی راہب کہلاتا ہے۔

عالیہ : بلال بھائی، درمیان میں نہ ٹوکیں...... انکل سلیم کو بتانے دیں پھر کیا ہوا؟

سلیم : ماشاءاللہ! بچوں کی دلچسپی تو بڑھتی جا رہی ہے۔

توقیر : الحمدللہ! میرے بچے نبیٔ کریم ﷺ سے اس قدر محبت کرتے ہیں۔

سلیم : پھر اس راہب نے قافلے والوں کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ ''اپنے بھتیجے کو واپس بھیج دیں ملک شام نہ لے جائیں۔''

فرحانہ : کیوں .... ملک شام کیوں نہ لے جائیں؟

سلیم : اس لیے کہ
یہودیوں سے خطرہ تھا۔
عالیہ : بارہ سال کے بچے سے انھیں کیا
دشمنی ہوسکتی تھی؟
سلیم : واہ! سوال تو ہے بھئی...... بات یہ ہے کہ اگر یہودی
بھی وہی نشانیاں پہچان لیتے جو راہب کو معلوم ہوگئی تھیں تو
یہودی آپ ﷺ کے دشمن بن جاتے۔ انھیں کیسے برداشت ہوتا
کہ ان کے علاوہ کسی قوم میں سے نبی آئے۔
بلال : ہوں......تو یہ وجہ تھی!
توقیر : یہ بات ابو طالب سمجھ گئے اور نبیِ کریم ﷺ کو واپس مکے بھیج دیا۔
دادا : نبیِ کریم ﷺ کی جوانی کا واقعہ بھی سناؤ انھیں۔
سلیم : ہاں ...... جب نبیِ اکرم ﷺ کی عمر 15 سال ہوئی تو ذی قعد کے مہینے
میں ایک لڑائی پیش آ گئی۔ ایک طرف قریش اور اس کے حلیف کنانہ
وغیرہ تھے اور دوسری طرف قیس کے قبیلے...... اف توبہ! بڑی گھمسان کی
جنگ ہوئی! دونوں طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے لیکن پھر صلح ہوگئی۔
اس جنگ میں آپ ﷺ اپنے چچاؤں کو تیر تھماتے رہے۔
توقیر : اور سلیم، اس جنگ کو جنگِ فجار کہا جاتا ہے نا!

سلیم : جی بھائی جان، آپ نے ٹھیک کہا جنگِ فجار اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں حرام مہینے کی حرمت کا خیال نہ کرتے ہوئے جنگ ہوئی تھی۔

بلال : حرام مہینہ؟

سلیم : بھئی، دراصل ذی قعدہ وہ مہینہ ہے جس میں جنگ وغیرہ کرنا حرام ہے......اس جنگ کے بعد پانچ قبیلوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جسے "حلف الفضول" کہتے ہیں۔ اس امن کے معاہدہ میں شرکت پر آپ ﷺ تمام عمر خوشی کا اظہار کرتے رہے۔

عالیہ : انکل، یہ جو لوگ کہتے ہیں آپ ﷺ بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے' آپ ﷺ نے یہ کام کس عمر میں کیا تھا؟

سلیم : ابتدائی عمر میں بکریاں چرانا انبیاء کی سنت ہے...... اور ہمارے پیارے رسول ﷺ بھی جب ہلکے پھلکے کام کرنے کے قابل ہوئے تو بکریاں چرانا شروع کر دیں اور معاوضے میں بمشکل معمولی سی رقم ملتی...... لیکن جب آپ ﷺ جوان ہوئے تو تجارت کرنے لگے۔ آپ ایک بہترین ساجھی تھے، نہ حجت، نہ بحث، نہ جھگڑا کرتے، بے حد امانت دار، سچے اور کھرے۔ آپ کی سچائی اور امانت داری کی شہرت سن کر ہی تو قریش کی ایک معزز خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تجارت کے لیے اپنا مال لے جانے کی پیش کش کی اور نبیٔ اکرم ﷺ ان کا مال لے کر شام گئے۔

فرحانہ : اسی ملک میں
جہاں سے راہب نے
آپ ﷺ کو واپس بھجوایا تھا؟

سلیم : شاباش! آپ کی تو یادداشت بھی ماشاء اللہ
بہت اچھی ہے فرحانہ!
بچو! یہ بات واقعی مزے کی ہے کہ جس ملک سے بچپن میں
راہب نے آپ ﷺ کو واپس جانے کا مشورہ دیا تھا' اب اسی
ملک میں تاجر کی حیثیت سے داخل ہوئے اور اپنی ایمانداری اور نیک
فطرت کی وجہ سے خرید وفروخت میں خوب نفع کمایا اور اتنی برکت ہوئی کہ
جب مکہ واپس آ کر امانت واپس کی تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حیران رہ گئیں۔

دادا : اس سفر میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ تھا۔

توقیر : اس نے واپس آ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبیٔ اکرم ﷺ کی میٹھی میٹھی
باتوں، بلند اخلاق اور دیانت کی اس قدر تعریف کی کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بے
حد متاثر ہوئیں۔ انھوں نے اپنی ایک سہیلی کے ذریعے سے نبیٔ اکرم ﷺ
کو شادی کا پیغام بھیجا۔ دونوں خاندانوں کے بڑے شامل ہوئے اور بات
طے پا گئی۔ ابو طالب نے نبیٔ اکرم ﷺ کا نکاح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کر
دیا اور یوں یہ مبارک شادی ہو گئی۔

بلال : اس وقت ہمارے پیارے نبیؐ ﷺ کی عمر کیا تھی ابو؟

توقیر : ہمارے پیارے نبی ﷺ کی عمر مبارک تھی 25 سال ...... اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

عالیہ : یعنی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عمر میں آپ ﷺ سے بڑی تھیں۔

دادا : ہاں ...... 15 سال کا فرق تھا...... مگر دنیا کی سب سے بہترین، معزز اور مبارک جوڑی تھی۔ سبحان اللہ!

فرحانہ : نبیؐ اکرم ﷺ کے بچوں کے بارے میں بھی تو بتائیں؟

سلیم : ہاں! بچوں کے لیے تو یہ بات خاص طور پر دلچسپی کی ہے۔ بچو! نبیؐ اکرم ﷺ کے ہاں پہلے ایک بیٹا، قاسم پیدا ہوا۔ پھر بیٹی زینب، پھر رقیہ، پھر اُم کلثوم ان کے بعد فاطمہ اور پھر عبداللہ پیدا ہوئے۔ یہ سب بچے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا میں سے ہیں جبکہ ایک بیٹا ابراہیم بھی پیدا ہوا ان کی امی کا نام ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھا۔

آپ ﷺ کے تمام بیٹے کم عمری میں ہی انتقال کر گئے مگر بیٹیوں نے نبوت کا زمانہ دیکھا' وہ اسلام لائیں اور ہجرت کی اور ان کی شادیاں ہوئیں۔ مگر نبیؐ اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی تین بیٹیوں کا انتقال ہو گیا البتہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے بعد چھ ماہ تک اس دنیا میں رہیں۔

بلال : چچا جان، میں نے حجر اسود پر جھگڑے کا واقعہ سنا تھا سکول میں، وہ کیا تھا بھلا؟

سرداروں سے کہا
کہ اس کے کنارے پکڑ
کر اوپر اُٹھائیں، سب نے
ایسا ہی کیا...... جب چادر حجرِ اسود
کی جگہ کے برابر پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے
اپنے مبارک ہاتھوں سے حجرِ اسود اس کی جگہ رکھ دیا۔

بلال : واہ! آپ ﷺ نے تو اتنی آسانی سے جھگڑا ٹال دیا!

دادا : اتنا عمدہ فیصلہ...... تاریخ میں نہیں ملتا...... واہ...... سبحان اللہ!

عالیہ : پھر تو سب لوگ خوش ہو گئے ہوں گے۔

دادا : بالکل......!

فرحانہ : ہمارے پیارے نبی ﷺ اتنے ذہین تھے!

دادا : بہت زیادہ ...... بہت زیادہ ...... آپ ﷺ بچپن ہی سے سمجھدار، پاک دامن اور بھرپور قوت کے مالک تھے۔ درست سوچ، صحیح نظر، بہترین اخلاق، عمدہ عادتیں، سچائی، مردانگی، جرأت، شجاعت، عدل، حکمت، پرہیزگاری، نیکی، صبر و شکر، حیا، وفاداری، خیر خواہی، بس کیا بتاؤں...... خوبیاں ہی خوبیاں...... بھلائی اور احسان میں آپ کا کوئی ثانی تھا نہ ہوگا۔ ہر ایک پر رحم، دوسروں کا بوجھ اپنے سر لے لیتے تھے، کنگال کی ایسی مدد
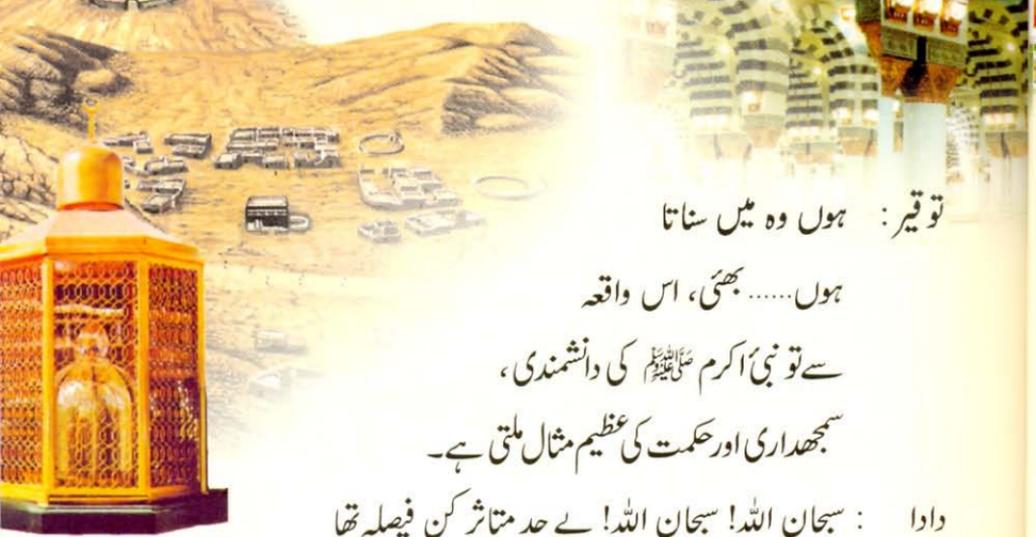
توقیر: ہوں وہ میں سناتا
ہوں...... بھئی، اس واقعہ
سے تو نبیٔ اکرم ﷺ کی دانشمندی،
سمجھداری اور حکمت کی عظیم مثال ملتی ہے۔

دادا : سبحان اللہ! سبحان اللہ! بے حد متاثر کن فیصلہ تھا
آپ ﷺ کا۔

توقیر : نبیٔ اکرم ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی...... مکے میں زور دار سیلاب آیا، جس سے خانہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں...... قریش مجبور ہو گئے کہ اسے نئے سرے سے تعمیر کیا جائے اور اس کی تعمیر میں صرف حلال مال خرچ کیا جائے۔

بلال : دادا جان بھی حلال کھانے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

توقیر : بیٹے، حلال میں برکت ہوتی ہے......اور پھر وہ تو اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کا معاملہ تھا۔ سب نے جس سے جو ہو سکا حصہ ڈالا......اور پرانی دیواروں کو گرانا شروع کر دیا۔

بلال : ابو......انھیں ڈر نہیں لگا؟

توقیر : ڈر تو بہت لگا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ ٹوٹ پڑے مگر جب ایک بزرگ ولید بن مغیرہ نے یہ کہہ کر دیواروں کو ڈھانا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام کرنے والے بندوں کو ہلاک نہیں کرتا، اور اسے واقعی کچھ نہیں ہوا تو باقی لوگوں

فرماتے کہ مالدار ہو جاتا...... مہمان کی میزبانی کرتے اور مصیبت کے ماروں کی مصیبت دور کرتے۔

بلال : مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

دادا : شاباش......! شاباش......! حالی نے بالکل سچ کہا ہے:

بلال : دادا ابو، نبیٔ اکرم ﷺ کھیل کود میں بھی حصہ لیتے تھے؟

دادا : بھئی، کیا بتاؤں بلال میاں! اللہ تعالیٰ نے نبیٔ اکرم ﷺ کو بچپن ہی سے فضول کھیل کود اور وقت ضائع کرنے والی عادتوں سے محفوظ رکھا تھا۔ بلکہ حفاظت کا خاص انتظام کیا تھا۔ اس وقت قوم میں جو برائیاں اور ناپسندیدہ عادتیں تھیں، آپ ﷺ کو ان سے نفرت تھی، آپ بتوں کی عید پر جاتے نہ شرک کے میلوں میں...... نہ آستانوں اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت کھاتے۔ نہ بتوں کو چھوتے نہ قریب جاتے۔ ان کی قسم تک سننا گوارا نہ کرتے۔ کھیل کود کی محفلوں سے دور رہتے۔

فرحانہ : بچوں کو تو کھیل اچھے لگتے ہیں نا دادا ابو!

دادا : بھئی، بات یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کوئی عام بچے نہیں تھے۔ خاص تھے خاص! جنہیں آگے چل کر نبوت کی عظیم ذمہ داری نبھانا تھی۔ اس لیے آپ ﷺ کی پرورش نہ صرف عرب کے بہترین قبیلے اور بہترین

بزرگوں کے
ہاتھوں ہوئی بلکہ آپ ﷺ
کی تربیت خود اللہ تعالیٰ نے کی۔
آپ ﷺ نے اپنی اعلیٰ حیثیت کے
خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا۔

عالیہ : آپ ﷺ اس وقت کے بچوں سے کیوں مختلف تھے؟

سلیم : بھئی، ابا جان بتا چکے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے۔ آپ ﷺ کو اتنا بڑا رتبہ ملنے والا تھا کہ آپ ﷺ ساری دنیا، سارے زمانوں اور سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے آخری نبی قرار پائیں...... اس لیے آپ دوسروں سے الگ تھلگ رہتے۔

توقیر : اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کو لوگوں کا رہن سہن، ان کی عادتیں، رسمیں، رواج، رویئے، طریقے اور مذہب پسند نہیں تھا۔

فرحانہ : اس وقت اگر اچھے بچے ہوتے تو آپ ﷺ انھیں دوست بھی بناتے۔

سلیم : شاباش! اسی طرح جب آپ ﷺ جوان ہوئے تو آپ ﷺ کی عمر کے اکثر لوگ بھی انھیں عادتوں کے مالک تھے جو عادتیں عربوں میں عام ہو چکی تھیں۔

بلال : لوگ ایسے کیوں ہو گئے تھے؟

توقیر : میں بتاتا ہوں بیٹے! مگر کیا خیال ہے اس وقت آپ کو ساتھ ساتھ کچھ کھلایا پلایا نہ جائے؟

فرحانہ : مجھے تو بس پیاس لگی ہے۔

عالیہ : مجھے تو بھوک پیاس کا احساس ہی نہیں رہا۔

بلال : اور میں تو یہ بھی بھول گیا تھا کہ ہم ایک پارک میں پھولوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں۔

دادا : شاباش بچو! علم کا یہی ذوق وشوق ہر بچے میں ہونا چاہیے۔

توقیر : تمہارے چچا بات جاری رکھیں گے، میں تم سب کے لیے جوس لاتا ہوں۔

سلیم : کیوں بچو! کبھی کسی کہانی کو سن کر ایسا لطف آیا؟

تینوں : نہیں...... بالکل نہیں!

سلیم : اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ کوئی کہانی نہیں ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی مبارک اور پاک زندگی کے واقعات کا ترتیب وار جائزہ ہے۔

بلال : آگے سنائیے نا چچا!

سلیم : عربوں کی جہالت اور گناہوں بھری زندگی نے نبیٔ اکرم ﷺ کو غمگین اور اداس کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے جب اس معاشرے کی کمزوریاں دیکھیں تو آپ ﷺ کو دکھ محسوس ہوا۔ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے ایک اللہ، ایک معبود کا تصور دینے والے سچے دین کو بھول چکے تھے۔ عجیب

بات تھی کہ وہ
لوگ خانہ کعبہ کی دیواروں
کی تعمیر تو بڑے احترام کے ساتھ
کرتے لیکن اسی خانہ کعبہ میں بت رکھ کر
ان کی پوجا کرتے۔ یہ منافقت کی عجیب صورت
تھی اور شرک تو خیر تھا ہی۔

فرحانہ : یہ منافقت اور شرک کیا ہوتا ہے؟

سلیم : بیٹے، منافقت کا مطلب ہے دورنگی...... اوپر سے اچھا اندر سے برا۔ کچھ باتیں اچھی کرلیں باقی برائیاں ہی برائیاں، دھوکا بازی، فریب وغیرہ اور شرک کا مطلب ہے ایک اللہ کی ذات اور صفات میں جھوٹے خداؤں کو شریک کرنا۔ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا اور اس سے مدد مانگنا۔

بلال : ہمارے استاد کہتے ہیں شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

سلیم : آپ کے استاد نے قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ سنایا ہے آپ کو۔ اور یہ بات حق ہے، سچ ہے...... بھلا شرک سے بڑا ظلم بھی کوئی ہوسکتا ہے۔

دادا : اللہ تعالیٰ ہر انسان کو شرک جیسی بری اور قابل نفرت برائی سے بچائے۔

سلیم : ان برائیوں کے علاوہ عرب جوا کھیلتے، بتوں کی پوجا کرتے، ہر قبیلے کا ایک پسندیدہ بت تھا اور کعبے میں 360 بت رکھے ہوئے تھے۔ اور تو اور بت

پرستی کا اتنا شوق تھا کہ سفر پر جاتے تو ستو کے بت بنا لیتے اور جب ضرورت پڑتی اپنے اپنے معبودوں کو گھول کر پی جاتے۔

(سب بچے مسکرانے لگے)

دادا : لو بھئی! تمہارے ابو تمہارے لیے جوس لے آئے۔

توقیر : لیں بھئی سب اپنی اپنی پسند کا جوس! سلیم، بات کہاں تک پہنچی؟

سلیم : بھائی جان، ہم قدیم عربوں کی حالت پر بات کر رہے تھے۔

توقیر : ہوں............ اور بچو! آپ نے تو بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اپنا اپنا جوس کا پیکٹ اُٹھالیا ہے نا پرانے عرب ہوتے تو اس بات پر بھی مار کٹائی شروع کر دیتے۔

فرحانہ : بہت گندے بچے تھے۔

سلیم : بلکہ بہت گندے ''بڑے'' تھے۔

اتنے گندے ''بڑے'' کہ اپنی معصوم بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے اور اس بے رحمی پر الٹا فخر کرتے...... ذرا ذرا سی بات پر تلوار نکال لیتے۔ بڑی خوفناک جنگیں ہوتیں، اور کئی نسلوں تک جاری رہتیں۔

عالیہ : وہ لوگ سکول نہیں جاتے تھے؟

دادا : اسی لیے تو ہم انھیں آج جاہل کہہ رہے ہیں۔ انھیں پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا۔ علم سے محبت ہوتی تو سکول کھولتے، مدرسے بناتے، خود پڑھتے

دوسروں کو پڑھاتے۔

عالیہ : بہت بُرے لوگ تھے۔

سلیم : اس کے علاوہ بے حد وہم پرست ،
ذرا ذرا سی بات پر فال نکلواتے ،قسمت کا
حال پوچھتے پھرتے۔

بلال : طوطے والوں سے؟

سلیم : اس وقت قسمت کا حال بتانے والے کاہن کہلاتے تھے۔

فرحانہ : بڑوں کا ادب کرتے تھے؟

سلیم : نہیں......بس صرف اسی کی عزت کرتے جس کے پاس بہت سی دولت ، اونٹ ، بکریاں اور مال ہوتا، نوکر چاکر اور غلام ہوتے۔ شریف اور نیک آدمی کی تو قدر ہی نہیں تھی......اسی لیے اس دور کو دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔

توقیر : یہ افسوس ناک حالات عرب ہی میں نہیں تھے ، بلکہ دنیا بھر میں ایسی ہی ذلت اور گراوٹ تھی۔ کہیں آگ کی پوجا ہوتی، کہیں محبت اور نفرت کے دیوتاؤں کے آگے سر جھکائے جاتے۔ یعنی ایک اللہ کے بجائے اس کی مخلوق کی پوجا ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ بندر ، سانپ ، درخت ، پتھر، جانور، چاند، سورج اور ستارے پوجے جا رہے تھے۔

بلال : ان لوگوں میں عقل نہیں تھی! مجھے تو غصہ آ رہا ہے ان پر۔

سلیم : دیکھا نا! ہر عقل والے کو ایسی باتوں پر غصہ آتا ہے...... ہمارے پیارے نبی ﷺ بھی ایسی باتوں پر کڑھنے کے علاوہ ان لوگوں کی اصلاح کیلئے سوچتے رہتے۔

بلال : دادا ابو، ہمارے نبی ﷺ اپنا وقت کیسے گزارتے تھے؟

دادا : ہمارے پیارے نبی ﷺ اپنا زیادہ وقت تنہائی میں گزارتے...... جاہلوں سے دور ......زندگی ، کائنات اور اس کے رازوں پر غور کرتے رہتے۔ سوچتے رہتے کہ زندگی کیا ہے، کائنات کیا ہے۔ یہ چاند، سورج، ستارے کیسے بنے ہیں اور کائنات کیوں بنائی گئی ، کس نے بنائی، زندگی کب سے ہے، یہ سب کیسے ہو گیا؟

توقیر : آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں نبیؐ اکرم ﷺ صرف عبادت میں ہی مصروف رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے تو زندگی کے ہر ہر شعبے اور ہر ایک مسئلے میں ایسی رہنمائی فرمائی ہے کہ عقل والے تو عش عش کر اُٹھتے ہیں۔

دادا : (بے حد محبت سے) سبحان اللہ! سبحان اللہ! ہم اور ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔

سلیم : اور بچو! نبی کریم ﷺ غور و فکر کے ساتھ ساتھ اللہ کی یاد میں بھی مصروف رہے...... مکہ کے قریب ایک غار ہے جس کا نام ہے ''حرا'' آپ ﷺ اکثر اس غار میں قیام فرماتے تھے۔

بلال : چچا جان !
غارِ حرا مکہ سے کتنی دور ہے؟

سلیم : یہ غار مکہ سے کوئی تین میل کے
فاصلے پر مشرق کی طرف جبل نور کی چوٹی
پر واقع ہے۔

دادا : میں جب حج پر گیا تھا تو میں اس غار کو دیکھنے بھی گیا تھا۔

بلال : میں بھی حج پر جاؤں گا دادا ابو!

دادا : اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ خوش نصیبی اور سعادت بخشے ! بڑا لطف آتا ہے
وہاں جا کر۔

فرحانہ : دادا ابو، لڑکیاں بھی حج پر جا سکتی ہیں؟

دادا : (ہنستے ہوئے) میری پیاری بیٹی فرحانہ! ہر مسلمان چاہے مرد ہو یا عورت،
لڑکا ہو یا لڑکی ...... بس اس پر حج فرض ہو جائے تو ضرور جانا چاہیے۔

عالیہ : میں غور کر رہی ہوں ...... پیارے نبی ﷺ نے شہر سے تین میل دور یہ جگہ
کیوں پسند کی ہوگی؟

توقیر : ابا جان، سنا آپ نے عالیہ کا سوال؟ ماشاء اللہ! میرے بچوں میں اللہ تعالیٰ
نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا کر دی ہے۔ الحمدللہ!

سلیم : واہ! بہت سمجھداری کا سوال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غارِ حرا ایک تو خانہ

کعبہ کے سامنے تھی دوسرے یہاں مکمل تنہائی اور یکسوئی میسر تھی اور پھر شہر والوں کے سائے سے بھی دور۔

بلال : انکل، تو کیا اس تنہائی میں نبیٔ اکرم ﷺ کو غور وفکر کے بعد ان سوالوں کے جواب مل گئے جن کا ذکر ابھی دادا جان کر رہے تھے؟

سلیم : بالکل مل گئے...... مکمل اور کامل طریقے سے...... قرآن پاک کی صورت میں۔

بلال : یعنی قرآن پاک غارِ حرا میں آپ کو ملا؟

سلیم : یہ رمضان کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ آپ غار حرا کے اندر اللہ کے ذکر میں مشغول تھے کہ اللہ کے فرشتے جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو اللہ نے وحی کے ذریعے نبوت عطا فرما دی۔

دادا : اس سلسلے میں اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

''رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں اچھے خواب سے ہوا۔ آپ ﷺ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی سفیدی کی طرح سچا ثابت ہوتا۔ پھر آپ ﷺ کو تنہائی پسند آنے لگی، آپ ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جانے لگے اور کئی کئی راتیں گھر نہ آتے۔ غارِ حرا میں غور وفکر میں مصروف رہتے...... ضرورت کی چیزیں ساتھ لے جاتے۔ پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے اور ضرورت کی چیزیں لے کر اتنی ہی مدت کے لیے دوبارہ تشریف لے جاتے...... آپ ﷺ غارِ حرا میں تھے کہ آپ ﷺ کے پاس حق آ

گیا، یعنی فرشتہ

آپ ﷺ کے پاس آیا

اور کہا ''پڑھو!'' آپ ﷺ نے

فرمایا''میں پڑھنا نہیں جانتا......!''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس پر اس نے مجھے پکڑ

لیا اور اس زور سے دبوچا کہ مجھے چُور چُور کر ڈالا...... پھر

چھوڑ کر کہا ''پڑھ!''

میں نے کہا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' اس نے تیسری بار دبوچا اور کہا ''پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے! جس نے پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے۔ پڑھ! اور تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے علم دیا۔ انسان کو وہ بات سکھائی جسے انسان نہیں جانتا تھا۔''

بلال : فرشتے سے ملاقات!

سلیم : ان آیات کو لے کر رسول اللہ ﷺ واپس گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کا دل کانپ رہا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر فرمایا ''مجھے چادر اوڑھا دو! مجھے چادر اوڑھا دو!'' انھوں نے چادر اوڑھا دی یہاں تک کہ آپکو سکون مل گیا۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ سنایا۔ انھوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا! آپ رحم دل ہیں۔ بے سہاروں کا بوجھ

اُٹھاتے ہیں۔ خالی ہاتھ والوں کا بندوبست کرتے ہیں۔ مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور حق دار کی مصیبت میں مدد فرماتے ہیں۔''

دادا : دیکھا بچو! مومنوں کی ماں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور مہربانی حاصل کرنے کے لئے یہ صفات انسان میں ہونا ضروری ہیں۔

توقیر : ابا جان! ان جملوں سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حکمت، دانشمندی اور دور اندیشی کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔

دادا : بے شک...... اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو شریکِ حیات بھی اعلیٰ صفات اور عالی مرتبت عطا فرمائی تھیں۔

فرحانہ : اس کے بعد کا واقعہ بھی تو بتایئے!

سلیم : اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ یہ دورِ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے۔ عبرانی زبان لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور انجیل کے عالم تھے۔ اس وقت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ سے پورا واقعہ سنا تو کہنے لگے ''یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا! کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو شہر سے نکال دے گی۔''
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو کیا میری قوم مجھے شہر سے نکال دے گی؟''
ورقہ بن نوفل نے کہا ''ہاں، کوئی ایسا آدمی نہیں جو آپ جیسا پیغام لایا ہو

اور اس سے دشمنی
نہ کی گئی ہو اور اگر میں اس
دن تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور
مدد کروں گا!''

فرحانہ : انکل، آپ رک کیوں گئے...... ؟ سناتے جائیں نا!

سلیم : اس کے بعد کچھ عرصے تک وحی نہیں آئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت اور مرضی تھی، مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کا شوق اور طلب پیدا ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ وحی کا انتظار کرنے لگے۔

توقیر : ویسے سلیم، ذرا سوچو! کیا سرشاری اور کیسی دلآویز کیفیت ہوتی ہوگی وحی کے وقت۔

سلیم : اس کا تجربہ تو بس پیغمبروں کو ہی ہوتا ہے۔

بلال : ابو، آسان آسان باتیں کریں نا!

توقیر : اچھا اچھا ٹھیک ہے!

سلیم : ہاں تو بچو! پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی چھ ماہ بعد دوبارہ وحی کا آغاز ہو گیا اور سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

دادا : ان آیات میں ربِ کائنات کا واضح حکم تھا کہ آپ اب لوگوں کو ان کی

غلطیوں اور کوتاہیوں کے نتائج سے ڈرائیں۔

توقیر : یوں تبلیغ اور دعوت کا باقاعدہ آغاز ہوگیا۔

فرحانہ : تبلیغ کیا ہوتی ہے؟

توقیر : اللہ تعالیٰ کا حکم، اس کا فرمان اور اس کا کلام لوگوں تک پہنچانے کو تبلیغ کہتے ہیں۔

سلیم : نبیٔ کریم ﷺ اس حکم کے بعد تین سال تک چپکے چپکے تبلیغ فرماتے رہے۔ نماز گھروں میں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پڑھی جاتی رہی۔ ایک سے دوسرے تک اللہ کا پیغام اور اسلام پہنچتا رہا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے قریبی ساتھیوں کو دعوت دی اور خوشی کی بات یہ کہ نہایت قریبی ساتھیوں کی طرف سے مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ عورتوں میں سب سے پہلے آپ کی بیوی سیدہ خدیجہ، مردوں میں سیدنا ابوبکر، لڑکوں میں علی اور غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔

بلال : اور بچوں میں؟

سلیم : ہاں، یہ آپ کے فائدے اور مطلب کی بات ہے...... اس وقت علی رضی اللہ عنہ دس سال کے تھے تو گویا بچے تھے...... بچوں میں سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

عالیہ : اس طرح پہلے پہلے کتنے لوگ مسلمان ہوئے؟

سلیم : نبیٔ کریم ﷺ کی
ابتدائی محنت سے تقریباً
چالیس افراد اسلام لے آئے۔
یوں ایک طرح سے بنیاد مضبوط ہو
گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو عام تبلیغ کا
حکم دیا۔ بس پھر کیا تھا، اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے اپنے
آرام و سکون کو چھوڑ چھاڑ کر محنت و مشقت میں مصروف ہو
گئے...... تمام عمر اور سارا وقت ساری انسانیت کی بہتری کے لیے، تمام
مخلوقات کی بھلائی کے لیے، دن رات، شام سویرے، ہر ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی
طرف سے دی جانے والی ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے گزار دیا۔

بلال : اور وہ کوہِ صفا والا واقعہ بھی تو سنائیے!

سلیم : میں اسی طرف آ رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو عام دعوت پیش کرنے کا
حکم ملا تو آپ ﷺ صبح سویرے ایک پہاڑ صفا پر چڑھ گئے اور اونچی آواز
سے پکارا ''یا صباحاہ'' (ہائے صبح) عرب کا دستور تھا کہ دشمن کے حملے سے
آگاہ کرنے کے لیے کسی بلند مقام پر چڑھ کر انہیں الفاظ میں پکارتے تھے۔
آپ ﷺ کی آواز سن کر قریش کے تمام خاندانوں کے لوگ آپ کی
طرف دوڑ پڑے۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے قریش کے ایک

ایک خاندان کا نام لے کر پکارا اور کہا: اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟

سب نے جواب دیا کہ ہم ضرور آپ کی بات کو مان لیں گے۔ کیونکہ ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا پایا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

آپ ﷺ کا چچا ابولہب بھی لوگوں میں موجود تھا۔ اس نے آپ ﷺ کی یہ باتیں سنیں تو بہت غصے میں آ گیا۔

دادا : بس اس کے بعد تو پھر تکلیفوں، مشکلوں اور امتحانوں کا زمانہ شروع ہو گیا۔

بلال : دادا جان، وہ کیوں؟

دادا : بھئی، اس لیے کہ عرب کے سردار یہ بات کب برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے طور طریقوں، ان کے رسم و رواج اور ان کے خیالات کے مقابلے میں کوئی اور بات سامنے آ جائے۔

بلال : مگر نبیٔ اکرم ﷺ تو اللہ تعالیٰ کا دین سمجھا رہے تھے۔

دادا : یہی بات تو ان ناسمجھوں کی عقل میں نہیں آئی اور لگے آپ ﷺ کو تکلیفیں پہنچانے۔

بلال : میں ہوتا تو ایک ایک کو دیکھ لیتا۔

دادا : شاباش

میرے مجاہد! لیکن بیٹے یہ
مثال بھی تو قائم ہونا تھی کہ اللہ
کے دین کی خاطر قربانیاں دینا اور تکلیفیں
سہنا پڑتی ہیں۔

توقیر : اور وہ تکلیفیں بھی کوئی معمولی نہیں تھیں۔ عام انسان تو گھبرا
جاتا، ہاتھ کھڑے کر دیتا۔

داد : مگر ہم اور ہمارے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر قربان...... اس قدر ثابت
قدمی، جرأت، مستقل مزاجی، صبر اور استقامت سے سب کچھ سہا اور اپنے
مشن سے ذرہ برابر نہیں ہٹے۔

عالیہ : جو لوگ مسلمان ہوتے تھے انھیں بھی تکلیفیں دی جاتی تھیں؟

توقیر : ہاں بیٹے، جب مکہ میں لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے اور خاص طور پر ان
میں نوجوان زیادہ تھے تو ان بڑوں کو بہت دکھ ہوا...... غصہ آیا کہ ہماری
اجازت اور مرضی کے بغیر یہ سب پرانے دین کو کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ ان
لوگوں نے اپنے نوعمر رشتہ داروں کو طرح طرح سے تکلیفیں دیں، مارا پیٹا،
بیڑیاں لگا کر قید کیا، بے چھت کمروں میں بند کیا، تپتی ہوئی گرم ریت پر
گھسیٹا، خاص طور پر ابوجہل اور ابولہب تو بہت ظالم بن گئے، انھوں نے تو

انسانیت کی حدیں ہی پھلانگ دیں۔

فرحانہ : مگر یہ تو نبیٔ کریم ﷺ کے چچا تھے۔

توقیر : سارے چچا تمہارے چچا کی طرح مہربان اور محبت کرنے والے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ نبیٔ کریم ﷺ کے چچا ابو طالب، حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ تو آپ ﷺ پر جان چھڑکتے تھے بس یہی دو ظالم تھے۔

سلیم : ابوجہل اور ابولہب تو نبیٔ اکرم ﷺ کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے۔ خاص طور پر جب رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ لیتے تب تو وہ غصے سے پاگل ہو ہو جاتے۔ ابولہب تو اتنا دشمن بن گیا تھا کہ ہر جگہ آپ ﷺ کا پیچھا کرتا اور جب آپ ﷺ کسی سے بات کرنے لگتے تو وہ شور مچا دیتا اور غلط سلط باتیں کر کے اس شخص کو بات سننے سے روک دیتا۔ اس کی بیوی اُم جمیل بھی آپ ﷺ سے دشمنی میں اپنے شوہر سے پیچھے نہ تھی۔ وہ بڑی بدزبان اور فسادی عورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب اور اس کی بیوی، دونوں کے بارے میں قرآن پاک میں آیات نازل کر کے ان کے بُرے انجام کی خبر دی۔ اور واقعی دونوں کا بہت بُرا انجام ہوا۔

توقیر : حیرت تو یہ ہے کہ جہالت میں قریش والے نبیٔ اکرم ﷺ کی قرابت، رشتہ داری، حسب نسب، شرافت، نیکی، اعلیٰ اخلاق اور خوبیوں تک کو بھول گئے۔

دادا : اور اس سے بھی زیادہ حیرت یہ ہے کہ اس سے پہلے وہ خود اپنی زبانوں
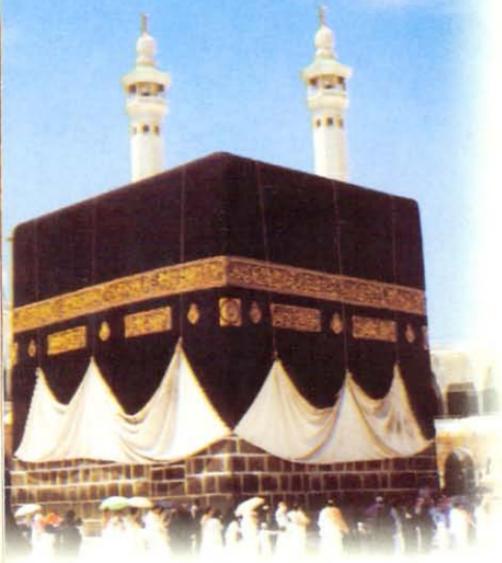
سے آپ ﷺ
کو صادق یعنی نہایت سچا
اور امین یعنی بے حد امانت دار کہہ
چکے تھے۔

بلال : دشمنی میں اپنی زبان سے بھی پھر گئے۔

عالیہ : وہ تو جیسے اندھے ہو گئے تھے۔

فرحانہ: پاگل بھی۔

سلیم : ٹھیک کہہ رہی ہے فرحانہ۔ سورج کو سورج نہ ماننا پاگل پن ہی تو ہے۔

توقیر : قریش اور کفار کی بوکھلاہٹ کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ اور آپ کی دعوت کی مقبولیت بڑھنے لگی اور اتفاق سے حج کا موقع بھی آ گیا تو قریش کو فکر لگ گئی کہ حج پر آنے والے لوگ کہیں رسول اللہ ﷺ کی باتوں سے متاثر ہو کر اسلام کو قبول نہ کر لیں۔ اس لیے ایک وفد کی صورت میں اس وقت کے اپنے ایک بڑی عمر اور مرتبے والے آدمی ولید بن مغیرہ کے پاس آئے۔ اس نے کہا: ''دیکھو! حج کا وقت آ گیا ہے اب ہر طرف سے لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور وہ ان صاحب کا معاملہ سن ہی چکے ہیں۔ اس لیے کوئی ایک رائے طے کر لو، مختلف باتیں نہ کہنا ورنہ ایک دوسرے کو جھٹلا بیٹھو گے۔

لوگوں نے کہا ''آپ ہی کہیں اور ہمارے لیے کوئی رائے طے کر دیں۔''

اس نے کہا ''نہیں، بلکہ تم لوگ کہو! میں سنوں گا۔''

لوگوں نے کہا ''اچھا! تو ہم کہیں گے وہ کاہن ہے۔''

اس نے کہا ''وہ کاہن نہیں ہے۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے ان میں نہ کاہنوں کی سی گنگناہٹ ہے نہ تُک بندی۔''

فرحانہ : کاہن کیا ہوتا ہے؟

توقیر : جنوں سے دریافت کر کے لوگوں کو غیب کی خبریں بتانے والا۔

بلال : پھر.................ابا جان؟

توقیر : پھر لوگوں نے کہا ''تب ہم کہیں گے کہ وہ (نعوذ باللہ) پاگل ہے۔''

اس نے کہا ''وہ پاگل بھی نہیں ہے۔ ہم پاگل پن کو جانتے پہچانتے ہیں۔ اس میں نہ پاگلوں کی سی گھٹن ہے نہ الٹی سیدھی حرکتیں، نہ بہکی بہکی باتیں''

لوگوں نے کہا: ''تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔''

اس نے کہا ''وہ شاعر بھی نہیں ہے۔ ہمیں شعر و شاعری کی تمام قسمیں معلوم ہیں، وہ شاعر نہیں ہے۔''

لوگوں نے کہا ''اچھا تو ہم کہیں گے وہ جادوگر ہے۔'' اس نے کہا ''وہ جادوگر بھی نہیں ہے۔ ہم نے جادو اور جادوگر سب دیکھے ہیں۔ اس میں نہ ان کی سی جھاڑ پھونک ہے نہ گرہ بندی۔''

لوگوں نے کہا
''تب ہم کیا کہیں گے؟''
اس نے کہا ''واللہ! اس کی بات
میں مٹھاس اور رونق ہے۔''

سلیم : یہ بات خاص طور پر سننے والی ہے...... دیکھئے دشمنوں کی زبان سے ان کی بے بسی کا کیسا اظہار ہو رہا ہے۔

توقیر : اس نے کہا ''اس کی جڑ پائیدار اور اس کی شاخ پھل دار ہے۔ تم جو بھی کہو واضح ہو جائے گا کہ تمہارا کہا جھوٹ ہے۔ ویسے زیادہ مناسب یہ ہے کہ تم کہو وہ جادوگر ہے۔ اس کی بات میں جادو ہے۔''

یہ بات طے کر کے لوگ وہاں سے اُٹھے اور انھوں نے حج کے لیے آنے والوں کی راہ میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ جو بھی ان کے پاس سے گزرتا اس سے آپ کا ذکر کرتے اور ڈراتے...... نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے آپ کو دیکھنے اور سننے سے پہلے ہی آپ کا معاملہ جان لیا۔

دادا : سبحان اللہ............! سبحان اللہ......! اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرتا ہے۔

سلیم : اس کے بعد جب حج کے دن آ گئے تو نبی ﷺ نے حاجیوں کے مجمع اور ڈیروں پر جا جا کر انھیں اسلام کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ ﷺ فرماتے کہ لوگو! ''لا الہ الا اللہ، کہو! کامیاب رہو گے۔

دادا : بچو! آج اتنا کافی ہے؟ آپ چاہیں تو باقی کل۔

بلال : دادا ابو، ہم مسلمان بچے ہیں اپنے پیارے نبی ﷺ کی باتیں سننے کے لیے پوری رات بھی بیٹھ سکتے ہیں۔

توقیر : شاباش میرے بیٹے! ویسے ابھی عشاء کی اذانیں بھی نہیں ہوئیں میرا خیال ہے ہمارے پاس کافی وقت ہے۔

فرحانہ : میرا شوق تو بڑھتا جا رہا ہے۔

عالیہ : ہمیں ایسی باتیں روزانہ سنایا کریں تاکہ زبانی یاد ہو جائیں۔

سلیم : بچو، قریش کا ظلم وستم بڑھتا گیا۔ ان کی روز روز کی نئ نئ تدبیریں بھی سامنے آتی رہیں لیکن رسولِ کریم ﷺ نے ڈٹ کر ہر مشکل، ہر مصیبت کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کو تسلی اور اطمینان دیا بلکہ فرمایا کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ ان کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ ان سے نمٹنا اب میرا کام ہے آپ کو اس کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب قریش کی سختیاں اور حالات ناقابلِ برداشت ہو گئے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا ''حبشہ کا بادشاہ نجاشی ایک انصاف پسند حکمران ہے اور اس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا، آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔

فرحانہ : ہجرت کیا ہوتی ہے؟

دادا : اللہ کی راہ میں اپنا گھر، وطن اور مال چھوڑ چھاڑ کر کسی اور ملک چلے جانے

کو ہجرت کہتے

ہیں۔ ہجرت تقریباً تمام

نبیوں نے کی ہے۔

سلیم : رسولِ کریم ﷺ کی اس ہدایت کے مطابق نبوت کے پانچویں سال مسلمانوں کے پہلے قافلے نے حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی۔ ادھر قریش کو پتا چلا تو وہ غضب اور طیش سے جیسے پھٹ پڑے۔ پیچھے دوڑے مگر مسلمان سمندر میں سفر کر کے دور تک جا چکے تھے اس لیے یہ لوگ نامراد ساحل سے واپس لوٹ آئے۔

بلال : یعنی کافروں کی ناکامیاں شروع ہو گئیں۔

دادا : ماشاء اللہ! میرا پوتا کتنی عقل کی باتیں نکال لاتا ہے۔ واقعی یہاں سے کافروں کی ناکامیوں کا آغاز ہو گیا۔ وہ رفتہ رفتہ نامراد ہوتے چلے گئے۔

توقیر : اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی کامیابیوں کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔

سلیم : اس سلسلے میں ایک ایمان افروز اور کمال کا واقعہ یاد آ رہا ہے:

نبوت کے پانچویں سال ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجدِ حرام میں تشریف لائے، اس وقت کعبہ کے آس پاس قریش کے بہت سارے لوگ جمع تھے۔ ان میں ان کے سردار اور بڑے بڑے لوگ بھی تھے۔ آپ ﷺ

نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر سورۂ نجم کی تلاوت شروع کر دی۔ ایسا نفیس کلام انھوں نے کبھی سنا ہی نہیں تھا۔ اب جو اچانک کانوں سے ٹکرایا تو انھیں بے خود کر گیا۔ وہ تو جیسے دم بخود ہو کر سنتے کے سنتے رہ گئے۔ خاموش، مبہوت، نہ روکنے کی ہمت نہ ٹوکنے کا ہوش! بلکہ سورت کے آخر میں جب ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہہ والی آیات آئیں تو دلوں پر کپکپی طاری ہوگئی۔ ہوش اُڑتے محسوس ہوئے اور جیسے ہی آپ ﷺ نے یہ پڑھ کر سجدہ کیا "فاسجدوا لِلّٰه واعبدوا" یعنی اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔" تو سب کے سب سجدہ ریز ہو گئے۔ وہاں موجود قوم کا کوئی فرد نہ بچا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔

دادا : سبحان اللہ! سبحان اللہ! اللہ اکبر! اللہ اکبر!

توقیر : اللہ کی عظمت اور بڑائی............ اور رسولِ کریم ﷺ کی میٹھی زبان کی تاثیر۔ رحمتِ عالم کی شخصیت کا جلال...... اسلام سربلند اور کفر سرنگوں ہوتا گیا۔ قریش بوکھلا گئے...... ہوش اُڑ گئے...... اس بوکھلاہٹ میں انھوں نے ایک خوفناک منصوبہ سوچنا شروع کر دیا...... یعنی یا تو رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ طاقت سے روک دیں یا پھر نعوذ باللہ آپ ﷺ کے وجود ہی کا صفایا کر دیں۔

بلال : (گھبرا کر) نہیں!

توقیر : بلال بیٹے،

میرے چاند! رسول اللہ ﷺ

اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔آپ

کی حفاظت،آپ کی مدد اور آپ کی کامیابی

اللہ کے ذمہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کا ہر داؤ

غلط کر دیا اور انھوں نے منہ کی کھائی۔

توقیر : اگلے سال یعنی نبوت کے چھٹے سال عرب کے بہت بہادر اور دلیر سیدنا حمزہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما اسلام لے آئے جس سے اسلام کو اور تقویت ملی۔

دادا : اس بات سے قریش کے منہ لٹک گئے اور وہ سودے بازیوں پر اُتر آئے نبیٔ کریم ﷺ کو طرح طرح کے لالچ دیئے، ان سے میٹھی میٹھی اور سخت سست سب باتیں کیں مگر منہ کی کھائی۔

توقیر : کفار نے اپنا زور ٹوٹتا ہوا دیکھ کر آپس میں صلاح مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب سے ہر طرح کے تعلقات ، رشتہ داری اور لین دین چھوڑ دیں۔

بلال : یعنی بائیکاٹ؟

توقیر : ہاں...... بائیکاٹ۔لیکن اس سختی کو بھی آپ ﷺ نے صبر سے برداشت

کیا...... ابو طالب، نبیٔ کریم ﷺ اور آپ کا خاندان شعب ابی طالب یعنی ایک گھاٹی میں محصور ہو گئے۔ یہ ایک طرح کی قید تھی۔ تین سال تک یہ سختی، تنگی، تکلیف اور بھوک پیاس برداشت کی اور یہاں بھی نبی کریم ﷺ کا حوصلہ فتح مند ہوا اور کافروں کی چال شکست کھا گئی۔ کچھ نیک دل لوگوں نے ہم خیال ہو کر یہ ظالمانہ معاہدہ ختم کر دیا اور نبیٔ کریم ﷺ اور آپ کا خاندان واپس مکے میں آ گیا۔ مگر اس تین سال کی قید و بند اور مصیبتوں نے بہت سے افراد کی صحت پر بہت سخت اثر ڈالا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب اور آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک دوسرے کے بعد انتقال کر گئے۔ یہ نبیٔ کریم ﷺ کی عمر کا پچاسواں سال تھا۔ اس سال کو آپ ﷺ نے عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔

سلیم : قریش اپنی شرارتوں سے باز آنے والے نہیں تھے۔ اس کے بعد بھی انھوں نے آپ ﷺ کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ایک طرح سے آپ ﷺ کو اپنی برادری سے خارج کر دیا، مگر آپ ﷺ برابر جواں مردی اور حوصلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاگو ہونے والی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ اسی سلسلے میں آپ مکہ سے ساٹھ میل کے فاصلے پر ایک سرسبز پہاڑی علاقے طائف میں تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔

بلال : طائف......! جیسے پاکستان میں مری؟

سلیم : ہاں...... ایسا ہی شہر ہے وہ ......
سرسبز اور پہاڑی علاقہ۔ وہاں کے لوگوں
نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ اچھا سلوک
نہ کیا مگر آپ ﷺ مایوس نہیں ہوئے۔ اردگرد کے
قبیلوں اور سرداروں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ اس
محنت کے نتیجے میں نبوت کے گیارہویں سال بہت بڑی کامیابی یہ
ملی کہ حج کے دنوں میں مدینہ سے، جو اس وقت یثرب کہلاتا تھا کچھ لوگ
مکہ آئے۔ آپ ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ یہ لوگ مسلمان ہو
گئے اور مدینہ میں آپ ﷺ کا پیغام اپنے ساتھ لے گئے جس کی وجہ سے
گھر گھر رسول اللہ ﷺ کا چرچا ہو گیا۔

بلال : شکر ہے............ یہ تو بہت بڑی کامیابی ہوئی۔

سلیم : بے شک! یہیں سے تو اس پاک مقصد کو ایک نیا رخ ملا۔ اور اسلام کے
عروج کا آغاز ہو گیا۔

دادا : اس عروج سے مجھے معراج کا خیال آیا...... معراج کا واقعہ بھی تو اسی سال
پیش آیا۔

عالیہ : یہ واقعہ بھی سنائیے چچا جان!

توقیر : یہ واقعہ میں سناتا ہوں۔ معراج سے مراد "نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے آسمانوں سے بھی اوپر تشریف لے جانا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جسم اور روح سمیت عالمِ بالا میں بلایا اور آسمانوں جنت، دوزخ اور اُمتوں کے حالات کا مشاہدہ کرایا۔ اسی معراج میں نماز فرض ہوئی۔

سلیم : نبوت کے بارہویں اور تیرہویں سال یثرب سے آنے والے لوگوں نے نبیٔ کریم ﷺ سے ملاقات کی اور آپ ﷺ کو یثرب تشریف لانے کی دعوت دی۔ اس طرح پہلے رسول اللہ ﷺ نے مکے کے مسلمانوں کو اجازت دی کہ وہ مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جائیں آخر میں خود رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ جانے کا فیصلہ کیا۔ مکہ میں اس وقت خود رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما رہ گئے تھے۔ قریش کے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اب یہ تینوں بھی مدینہ چلے جائیں گے۔ کفار کو مسلمانوں کی ہجرت اور مدینہ میں جمع ہونے سے اپنے دین، اپنی تجارت اور اپنے وجود کے لیے خطرہ محسوس ہوا اور انھوں نے ایک خفیہ اجلاس میں رسول اللہ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم ﷺ کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر رات کے وقت مدینہ ہجرت کر گئے۔

دادا : اور بچو! اس وقت

قریش کے کچھ لوگوں کی

امانتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس

تھیں، آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مکہ

میں چھوڑا کہ وہ سب امانتیں ان کے مالکوں کے

سپرد کرکے مدینہ تشریف لے آئیں۔ اس رات

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم ﷺ کے بستر پر سوئے۔ کافر رات بھر تکبر

اور غرور سے مٹکتے رہے مگر اس وقت انھیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا جب

پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ تو ہجرت کر کے جا چکے۔ آپ ﷺ کے بستر پر تو

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔

توقیر : ہجرت کا سارا سفر بھی ایمان افروز اور پیارے نبی ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ

کی مدد اور نصرت کے واقعات کا سفر ہے۔ غارِ ثور میں راتیں گزارنا......

کافروں کی آپ ﷺ کی تلاش میں ناکامی...... قبا میں آمد...... ہر ہر قدم

پر دل جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔

دادا : مگر توقیر بیٹے، مدینے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کا منظر

لوگوں کا تجسس، بے قراری اور انتظار، محبت، عقیدت اور استقبال دنیا کی

تاریخ کا سب سے خوبصورت اور حسین ترین منظر ہے۔ سبحان اللہ!

سبحان اللہ! سبحان اللہ!

توقیر : مسلمانانِ مدینہ نے مکہ سے رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی خبر سن لی تھی۔ اس لیے لوگ روزانہ صبح ہی صبح حرہ کی طرف نکل جاتے اور آپ ﷺ کی راہ تکتے رہتے۔ جب دوپہر کو دھوپ سخت ہو جاتی تو واپس چلے آتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو پہنچ چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیلے پر کچھ دیکھنے کے لیے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء سفید کپڑوں میں ملبوس، جن سے چاندنی چھٹک رہی تھی تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے بے خود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا: ''عرب کے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب! جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔'' یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف دوڑے اور ہتھیار سجا کر استقبال کے لیے اُمنڈ پڑے۔ ہر شخص کی دلی تمنا تھی کہ آپ ﷺ اس کے گھر کو میزبانی کی عزت بخشیں لیکن سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں یہ خوش نصیبی آئی۔

سلیم : یہیں سے رسول اللہ ﷺ کا مدنی دور شروع ہوتا ہے۔

دادا : یہ دور اسلام کی تقویت، فرائض و احکام، اخلاق و معاملات سکھانے اور ایک اسلامی حکومت اور ریاست کے قیام کا دور ہے۔

سلیم : مدنی دور کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پہلا دور: جس میں
اندر سے فتنے اور رکاوٹیں
کھڑی کی گئیں اور باہر سے
دشمنوں نے مدینہ کو مٹانے کے لیے
چڑھائیاں کیں یہ مرحلہ پہلی ہجری سے چھ ہجری
تک چلتا ہے۔

دوسرا دور: جس میں بت پرستوں کے ساتھ صلح ہوئی۔ یہ دور فتح مکہ یعنی آٹھ
ہجری پر ختم ہوتا ہے اس مرحلے میں مختلف بادشاہوں کو خط لکھ کر اسلام کی
دعوت بھی دی گئی۔

تیسرا دور: جس میں اللہ کی مخلوق اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئی۔ یہی مرحلہ
قوموں اور قبیلوں کے وفود کی آمد کا مرحلہ بھی ہے۔ یہ مرحلہ رسول اللہ ﷺ
کی حیاتِ مبارکہ کے آخری دور یعنی گیارہ ہجری پر مکمل ہوتا ہے۔

سلیم : مدینہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مسجد تعمیر کی۔ مسجد
کے ساتھ کچھ کچے مکان بھی تعمیر کیے گئے جن میں ازواجِ مطہرات کے
کمرے بھی تھے۔ یہ مسجد عبادت ہی کی جگہ نہ تھی بلکہ ایک یونیورسٹی بھی تھی۔
جہاں تعلیم اور درس و تدریس ہوتی تھی۔ یہ مرکز تھا جہاں سے ایک چھوٹی سی
ریاست کا نظام چلایا جاتا، اس کے علاوہ یہ ایک پارلیمنٹ بھی تھی۔

دوسرا بڑا کام مواخات کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے ہجرت کرکے آنے والے مہاجرین اور مدینہ کے مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔ انسانی تاریخ میں بھائی چارے کی اس سے بڑی مثال ہے ہی نہیں۔

دادا : تیسرا بڑا واقعہ میثاقِ مدینہ ہے۔ یعنی مدینے کا معاہدہ ۔ یہ مسلمانوں اور مدینے کے غیر مسلموں کے درمیان کیا گیا جس کا مقصد مل جل کر امن سے رہنا اور مدینہ کی حفاظت کرنا تھا اور اس معاہدہ کے ساتھ ہی مدینہ ایک اسلامی ریاست اور مملکت بن گیا۔

سلیم : اور پیارے بچو، باقی کل ۔ ان شاء اللہ!

بلال : چچا جان، آپ بات جاری رکھیں۔ ہم تو اپنے پیارے نبی ﷺ کی باتیں سننے کے لیے زندگی بھر بیٹھ سکتے ہیں۔

عالیہ : آپ ہمارا شوق نہیں دیکھ رہے!

فرحانہ : ہمیں ایک ایک جوس اور پلا دیں بس......! ہماری دلچسپی اور بڑھ رہی ہے۔

دادا : ماشاء اللہ......! ماشاء اللہ......! لو بھئی توقیر میاں! یہ پیاس والا مسئلہ حل ہو جائے تو میرے بچے تازہ دم ہیں ابھی۔

توقیر : میں ابھی لایا، آپ گفتگو جاری رکھیں۔

سلیم : ایک ضروری بات......جس سال نبیٔ کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی عیسوی اعتبار سے سن 624 تھا۔ اسی سال کو پہلا ہجری سال قرار دیا گیا۔

اب میں آپ کو
سن دو ہجری تک کے کچھ
اہم واقعات سناتا ہوں۔
اسی عرصے میں مسلمانوں کو حکم ملا کہ وہ
بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے
نماز ادا کیا کریں۔ اسے تحویلِ قبلہ کہتے ہیں۔ اسی سال
رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ملا۔ پھر عیدین
اور صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم ملا۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ نے اپنی پیاری
بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کی۔ اسی سال مسلمانوں پر
جہاد فرض ہوا۔ اسی سال مشہور غزوۂ بدر پیش آیا۔

بلال : چچا جان، تاریخ اسلام میں کل کتنے غزوات پیش آئے؟

سلیم : بیٹے، تاریخِ اسلام میں غزوات کی تعداد 24,21 اور 27 بیان ہوئی ہے۔
سریوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔

عالیہ : یہ غزوہ اور سریہ کیا ہوتا ہے؟

دادا : جس جنگ میں رسول اللہ ﷺ خود شریک ہوئے وہ غزوہ کہلاتا ہے اور
جس لڑائی میں آپ ﷺ نے کسی صحابی کو کمانڈر یا سپہ سالار بنا کر بھیجا وہ
سریہ کہلاتی ہے۔

بہر حال پہلا غزوہ بدر کا تھا جو سترہ رمضان سن دو ہجری میں ہوا، اس میں مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔ اسی جنگ میں ابو جہل بھی قتل ہوا۔ ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ چودہ مسلمانوں کو شہادت کی نعمت نصیب ہوئی۔

اگلے سال تین ہجری میں غزوۂ اُحد پیش آیا۔ اس میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان ہوا۔ ستر مسلمان شہید ہوئے۔ خود نبیٔ کریم ﷺ کو پیشانی پر زخم آیا اور ایک پتھر سے دو دانت بھی شہید ہو گئے۔ سن تین ہجری میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

توقیر : لو بھئی بچو! یہ رہے آپ کے لیے جوس اور یہ ابا جان آپ کے لیے اور یہ سلیم کے لیے...... جی تو بات کہاں تک پہنچی تھی؟

سلیم : غزوات کا ذکر تھا۔ پانچ ہجری میں غزوۂ خندق پیش آیا۔ اس میں کفار کا دس ہزار کا بھاری لشکر مدینے پر حملے کے لیے آیا۔ نبیٔ کریم ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مدینے کے بچاؤ کے لیے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ اس طرح لشکر مدینے سے باہر ہی ایک ماہ تک محاصرہ کیے بیٹھا رہا۔ پھر ایک زوردار آندھی آئی اور کافر بکھر گئے۔

سن چھے ہجری میں رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ ہوئی، جو رسول اللہ ﷺ کی دور اندیشی، حکمت عملی اور سفارت کا اعلیٰ

ترین ثبوت ہے۔

اسی صلح حدیبیہ کو قرآن نے فتح مبین قرار دیا۔ اس صلح کے بعد قریش کا مغز اور نچوڑ یعنی عمرو بن عاص، خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم اپنی رغبت اور مرضی سے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔''

سات ہجری محرم کے مہینے میں غزوۂ خیبر ہوا۔ اللہ کی مدد سے یہاں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ صلح حدیبیہ اور خیبر کی فتح سے اطمینان ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ ملکوں کے بادشاہوں اور حکمرانوں کو اسلام کی دعوت کے لیے خطوط لکھے۔ ان خطوط کی عبارت مختصر اور سادہ ہوتی تھی۔ بعض خطوط کے جواب میں کچھ حکمران اور بادشاہ مسلمان بھی ہو گئے اور جنہوں نے انکار کیا ان کا انجام بُرا ہوا۔

آٹھ ہجری بے حد اہم سال ہے۔ اس سال کافروں کی وعدہ خلافی، اور معاہدہ توڑنے کی وجہ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ رمضان کے مہینے میں مکہ روانہ ہوئے۔ راستے ہی میں اسلام کا سب

سے بڑا دشمن ابوسفیان نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا۔ باقی مکہ والوں پر رسولِ کریم ﷺ کا ایسا رعب طاری ہوا کہ مقابلے کی جرأت نہ کر سکے اس لیے بغیر کسی جنگ کے مکہ فتح ہو گیا۔

رسولِ کریم ﷺ نے اس موقعہ پر رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔

خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا گیا۔ تمام لوگوں کو پناہ دے دی گئی۔ اسی سال اگلے مہینے یعنی شوال میں غزوۂ حنین پیش آیا۔ اس میں بھی مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

نو ہجری ہی میں حج فرض ہوا۔ اسی سال پورے عرب کے قبیلوں اور خاندانوں نے اپنے اپنے نمائندے بھیجے اور جب وہ آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تو بے ساختہ پکار اُٹھتے: ''اللہ کی قسم! یہ چہرہ کسی جھوٹے نبی کا نہیں ہو سکتا۔'' اس کے بعد مسلمان ہو جاتے۔

دس ہجری...... اس سال رسولِ کریم ﷺ کی طرف سے اعلان ہوا کہ اس سال ہم حج کو جائیں گے۔ چونکہ آپ ﷺ نے ایک ہی حج کیا تھا اور اس کے بعد دوبارہ حج نہیں کر سکے۔ اسی لیے اسے حجۃ الوداع بھی کہا جاتا ہے۔

دادا : بچو! آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ جب رسولِ کریم ﷺ حج کے لیے مکہ پہنچے تو آپ ﷺ کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان تھے۔

حج کے موقع
پر انسانوں کے ٹھاٹھیں
مارتے سمندر سے آپ ﷺ نے
ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو کائنات میں
ازل سے ابد تک کے انسانوں کے لیے ان کے
حقوق و فرائض اور زندگی گزارنے کے سنہری اصولوں کا
واحد، خوبصورت، مکمل اور بہترین منشور ہے۔

توقیر : بے شک ......! بے شک ......! ایک ایک جملہ...... ایک ایک لفظ ایسا کہ قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔

سلیم : اسی خطبہ کے دوران آپ ﷺ نے یہ اشارہ بھی دیا کہ آپ کے اس دنیا میں آنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔

توقیر : جب رسولِ کریم ﷺ نے دین حق کی تبلیغ فرمالی اور اُمت کی خیر خواہی کا کام مکمل کر لیا تو گیارہ ہجری ماہِ صفر میں آپ ﷺ کو سر میں درد محسوس ہوا جو بڑھتا گیا اور مرض سخت ہو گیا۔ آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے آئے۔ آہستہ آہستہ بیماری بڑھتی گئی۔ بارہ ربیع الاول پیر کے دن حجرۂ مبارک میں سیدہ فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی اور ازواجِ مطہرات کو بلا کر وعظ و نصیحت کی۔ ادھر تکلیف لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگی۔

آپ ﷺ نے چہرۂ مبارک پر چادر ڈال رکھی تھی جب سانس پھولنے لگتا تو چہرے سے چادر ہٹا دیتے۔ آپ ﷺ کے سامنے کٹورے میں پانی تھا، آپ ﷺ پانی میں دونوں ہاتھ ڈال کر چہرہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، موت کے لیے سختیاں ہیں۔'' پھر تین بار فرمایا: ''اے اللہ! اے رفیق اعلیٰ!'' اور روح پرواز کر گئی۔ ہاتھ جھک گئے اور آپ ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ یہ پیر 12 ربیع الاوّل ہجرت کا گیارہواں سال تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ سال پوری ہو چکی تھی۔ انّا للہ و انا الیہ راجعون۔

بلال : صحابہ کرام اور آپ ﷺ کے گھر والوں کو تو بہت غم ہوا ہوگا۔

دادا : بلال بیٹے، ان سب کی تو دنیا ہی تاریک ہوگئی...... قریب تھا کہ وہ اپنے حواس کھو بیٹھتے، جو جاں نثار آپ کی ایک نگاہ اور ایک اشارے پر اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے ان کے لیے تو یہ بہت بڑا حادثہ اور صدمہ تھا۔

توقیر : لیکن آپ ﷺ نے ہی انھیں صبر کی بہترین تربیت دی تھی اور بالآخر ان سب کو صبر کرنا پڑا۔ اگلے روز آپ ﷺ کو غسل دیا گیا، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جہاں آپ ﷺ نے وفات پائی تھی آپ ﷺ کو دفن کیا گیا۔ یہی حجرہ یا کمرہ اب روضۂ رسول کہلاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

سلیم : رسولِ کریم ﷺ کے 11 چچا اور چھے پھوپھیاں تھیں۔ آپ ﷺ کے تین بیٹے تھے قاسم، عبداللہ اور ابراہیم جو بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ چار بیٹیاں تھیں سیدہ زینب، ان کی شادی سیدنا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ سیدہ رقیہ، ان کی شادی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثوم کا نکاح بھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

فرحانہ : حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے نا؟

سلیم : بالکل درست۔

دادا : رسولِ کریم ﷺ کی پہلی بیوی اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے بعد، اُم المومنین سودہ، اُم المومنین عائشہ، اُم المومنین حفصہ، اُم المومنین زینب بنت خزیمہ، اُم المومنین اُم سلمہ، اُم المومنین زینب بنت جحش، اُم المومنین جویریہ، اُم المومنین اُم حبیبہ، اُم المومنین میمونہ اور اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

توقیر : رسول کریم ﷺ شکل وصورت کے اعتبار سے بے حد حسین اور خوبصورت تھے۔ آپ ﷺ کا چلنے، بولنے اور مسکرانے کا انداز بہت پیارا تھا۔ پاک صاف اور دھلا ہوا لباس پہنتے۔ آپ ﷺ کی عادات عمدہ اور اخلاق اعلیٰ ترین تھا۔ کائنات میں آپ ﷺ جیسا کوئی دوسرا انسان پیدا نہیں ہوا۔ جس کا مقام اور مرتبہ آپ ﷺ جیسا ہو............ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور محبوب ترین ہستی ہیں۔ آپ ﷺ نرم مزاج، خوش اخلاق اور نیک سیرت تھے۔ چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی۔ ایثار، قربانی اور سخاوت آپ ﷺ پر ختم تھی۔ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے۔

سلیم : اور بچو! اس دنیا میں بچوں سے جتنا پیار رسولِ کریم ﷺ کو تھا اور کسی کو نہیں ہوسکتا۔ بچوں پر تو آپ ﷺ بے انتہا شفیق اور مہربان تھے، سفر سے تشریف لاتے تو راستے میں جو بچے ملتے ان میں سے کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے، مشرکوں کے بچوں پر بھی شفقت اور مہربانی فرماتے۔ جب کبھی کوئی نیا پھل آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا آپ ﷺ سب سے پہلے بچوں میں تقسیم فرماتے۔ بچوں کو چومتے اور انھیں پیار کرتے۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کبھی کبھی دوڑ بھی لگاتے۔ اسی طرح آپ ﷺ ہنسی مزاق کی باتیں بھی فرمایا کرتے۔ اور جب ایک مرتبہ ایک بدوی نے آپ ﷺ کو

بچوں سے پیار
کرتے اور چومتے دیکھا
تو کہا: میرے دس بچے ہیں، مگر
اب تک میں نے کسی کو پیار نہیں کیا۔
آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اگر تمہارے دل
سے محبت کو چھین لے تو میں کیا کروں!"

بلال : دادا ابو بھی ہم سے اسی لیے اتنی محبت کرتے ہیں۔

دادا : بے شک! میں اپنے پیارے رسول ﷺ کا اُمتی اور آپ ﷺ کا فرمانبردار ہوں۔ اسی لیے مجھے بھی بچوں سے بے حد محبت اور پیار ہے۔

عالیہ : دادا ابو، آپ ہم سے بے حد محبت کرتے ہیں نا!

دادا : اس میں کوئی شک نہیں...... واقعی بے حد محبت کرتا ہوں۔

عالیہ : تو آپ ہمیں پیارے رسول ﷺ کی پیاری زندگی کے حالات کے بارے میں لکھی ہوئی کتابیں گفٹ کریں۔

دادا : ماشاء اللہ! یہ تو بہت عمدہ فرمائش ہے بھئی...... چلو ابھی چلو! کتابوں کی دکان تو پارک کے سامنے ہی ہے...... میں اپنے بچوں کو ابھی وہ کتابیں لے دیتا ہوں۔

فرحانہ : لیکن دادا ابو...... آسان والی...... ہماری سمجھ میں آنے والی۔ جیسے آپ

نے ، ابو نے اور چچا جان نے ہمیں آسان لفظوں میں سمجھایا ہے۔

دادا : ایسا ہی ہوگا بیٹے...... ایسا ہی ہوگا...... ان شاء اللہ......! تم سب چلو تو سہی۔

بلال : مگر ٹھہریں پہلے ہم دادا جان، ابو جان اور چچا جان کا شکریہ ادا کریں گے جنھوں نے آج ہمیں پیارے رسول ﷺ کی پیاری زندگی کے بارے میں اتنی تفصیل سے بتایا...... آپ تینوں کا ہم تینوں کی طرف سے شکریہ! اور ہاں بہار کا یہ موسم آج کچھ زیادہ ہی حسین اور خوبصورت لگ رہا ہے۔

دنیا میں جب کبھی، جہاں کہیں بھی..................

عظیم شخصیات کی فہرست مرتب کی گئی تو ایک نام ہمیشہ سرفہرست رہا:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

دنیا کی ہر خوبی کو آپ ﷺ نے اپنے عمل سے حسن اور دلکشی عطا کی۔

پرہیز گاری، حکمت، عدل، شجاعت، سچائی، صبر وشکر، حیا، وفاداری

خیر خواہی...... بھلائی، احسان............ کیا کیا خوبیاں آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ میں جمع تھیں۔

آپ ﷺ عظیم مدبر بھی تھے...... اور بہترین سپہ سالار بھی۔

بے مثال سربراہِ سلطنت بھی تھے...... اور بے نظیر خادم عوام الناس بھی

شاندار ماہر معیشت بھی تھے...... اور عمدہ سفارت کار بھی

آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ہر گوشہ اپنے اندر رہنمائی کا شاندار وصف رکھتا ہے۔

بچوں کے لیے آسان، سادہ اور مکالماتی کہانی ...... جو انھیں نہ صرف سیرت پاک کی روشنی سے منور کر دے گی، بلکہ اس روشنی کی مدد سے انھیں اپنی زندگیوں کو صحیح ڈگر پر چلانے میں مدد ملے گی۔

ISBN: 9960-899-07-1
9 789960 899077